ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ملک حسن اختر بحیثیت مرتب و مدون

Malik Hasan Akhtar as Compiler and Editor

*ڈاکٹر فوزیہ شہزادی، اسسٹنٹ پروفیسر اُردو (وزیٹنگ)، ڈویژن آف ایجوکیشن، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Dr. Fouzia Shahzadi

Assistant Prof. Urdu (Visiting) Division of Education, UE, Lahore

**ڈاکٹر زاہدہ فاضل، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، یونیورسٹی آف جھنگ، جھنگ

Dr. Zahida Fazil

Assistant Prof. Department of Urdu, University of Jhang, Jhang

***ڈاکٹر قربان علی، لیکچرر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور

***Dr. Qurban Ali**

Lecturer, Department of Urdu, Govt. Graduate Islamia College Civil Lines, Lahore

Abstract:

The importance of research, criticism and editing in the development of knowledge and literature cannot be ignored in any way. After research and criticism, editing is the process in which the right effort is made to bring the works of art buried in the past to the public and the field of knowledge and literature is widened. Through these works of science and literature, where the age uses civilization and culture, it can also lead its lives on the road of development. This paper fulfills the important duty of unveiling Malik Hasan Akhtar as a compiler and editor, from which his position is enough to give the readers a pleasant surprise.

Keywords: Malik Hassan Akhtar, Editing, Compiler, Text, Research, Criticism, Spelling, Obsolete words, Unpublished, Drama, Technical accessories

کلیدی الفاظ: ملک حسن اختر، تدوین، مرتب، تحقیق، تنقید، املا، متروک الفاظ، غیر مطبوعہ، ڈراما، فنی لوازمات

اُردو ادب میں ترتیب متن کا فن مختلف مراحل طے کر چکا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ قلمی نسخوں کی ترتیب میں نہ صرف بہتری آئی ہے بلکہ سائنسی طریقہ کار کو بھی اس کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ ترتیب متن سے عبارت کی صحیح شکل کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ترتیب متن کا اساسی مقصد ہی عبارت کی صحیح قرات کا تعین اجزائے عبارت کی صحیح ترتیب اور اس کے وسیلے سے کسی روایت کو اس کی صحیح شکل میں پیش کرنا ہے۔'' ۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

لسانیات اور تحقیق کے میدانوں میں تدوین متن کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔تدوین متن کو تحقیق کا ایک شعبہ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ تحقیق میں جس طرح حقائق تک پہنچنا اہم مقصد ہوتا ہے اسی طرح تدوین میں بھی کسی شاعر یا ادیب کی اصل تحریر کو منظر عام پر لانا ہے۔اس میں بنیادی کام اولین نسخے کی دریافت ہے جس کے مل جانے کے بعد قارئین کو اس کی صحت سے آگاہ کرنا بھی اہم کام شمار کیا جاتا ہے۔تدوین کے مقصد کے بارے میں ڈاکٹر شازیہ عنبر لکھتی ہیں:

> ''گویا تدوین کا اصل مقصد یہ ہے کہ متن کو مصنف کے مقصود کے مطابق پیش کیا جائے لیکن اس میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اکثر صورتوں میں پرانی تحریروں کے سلسلے میں یہ کہنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اولین صورت یا اصل صورت کیا تھی۔'' ۲

تدوین متن کے لیے اہم شرائط اس عہد کی زبان سے واقفیت، متروک الفاظ اور املا کا جاننا بہت ضروری ہے۔ان شرائط پر پورا اترنے کے لیے اس دور کے مخطوطات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔اگر تدوین متن کے لیے شاعری کا انتخاب کیا جائے تو اس کے لیے علم عروض پر عبور حاصل ہو۔اسی طرح مرثیے کی تدوین اور قصیدے کی تدوین کے لیے بھی کچھ اصول سامنے رکھنے چاہئیں۔مرثیے کے بارے میں مرثیے سے متعلق افراد کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔قصیدے میں ممدوح کے بارے میں مکمل معلومات اور اس عہد کی تصویر کشی ضروری خیال کی جاتی ہے۔تدوین کے کام کے لیے نسخوں کی دریافت سب سے مشکل کام ہے کیونکہ اگر ایک بھی نسخہ بالائے طاق رکھ دیا جائے تو تدوین کا عمل ادھورا رہ جاتا ہے۔اُردو میں مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں نہ ہونا بھی تدوینی سفر میں رکاوٹ شمار ہوتا ہے۔دیگر زبانوں کی نسبت اردو میں ترتیب وتدوین کی روایت اتنی زیادہ قدیم نہیں ہے۔

ملک حسن اختر نے ''دیوان غالب''، 'انتخاب دیوان فانی'' محمد خاں اشرف کا شعری مجموعہ ''درد کا سورج'' اور فسانہ آزاد کی تلخیص کو مرتب کیا ہے۔فسانہ آزاد کی یہ تلخیص ڈاکٹر قمر رئیس نے کی ہے۔ملک حسن اختر کا تدوینی سفر یہاں ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ انھوں نے امانت لکھنوی کا ڈرامہ اندر سبھا اور لائبریری سے متعلقہ مقالات کے مجموعے The improvement of Liberaries کو بھی مرتب کیا ہے۔ان سب کی روشنی میں ان کا بطور مرتب و مدوّن جائزہ لیا جاتا ہے۔

دیوان غالب:

غالب عجب و غریب دماغ کے مالک تھے ان کا راستہ عام شاعروں سے جدا تھا وہ اپنی قوت اختراع و ایجاد سے شاعری کو خوشبودار پھولوں سے مزین کرتے تھے۔ تشبیہات و استعارات کا استعمال انھیں آفاقی شاعر کے درجے تک پہنچاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری غنایت، شائستگی اور نازک خیالی جیسے اوصاف سے پُر ہے۔مرزا غالب ہندوستانی اور ایرانی تہذیب کے پروردہ ہیں۔مرزا کی ساری زندگی دکھوں اور مصیبتوں کا ہالہ بنی رہی جس کا اظہار وہ اپنی شاعری کے ذریعے کرتے ہیں۔دیوان غالب اردو میں ان کا ایسا تخلیقی سرمایہ ہے جس کی اہمیت ہمیشہ برقرار رہے گی۔مرزا کی زندگی میں ان کا کلام پانچ بار چھپا۔دیوان کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۸۴۱ء میں چھپا مگر اس کو تقریباً آٹھ سال پہلے مرتب کیا گیا۔دیوان غالب کا نسخہ حمیدیہ جسے پروفیسر حمید احمد خان نے مرتب کیا زیادہ مشہور ہوا۔دیوان غالب کے بھوپال میں دریافت شدہ نسخے کے بارے حمید احمد خاں لکھتے ہیں:

> ''آج سے تیس برس قبل جب میں غالب کے پہلے اردو دیوان کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بھوپال پہنچا تو یہ بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزری تھی کہ اس مخطوطے کی صحیح نقل مرتب کرنے کی ذمہ داری کبھی مجھ پر آپڑے گی۔یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۸ء میں قلمی دیوان کے معائنے کے بعد جو یادداشتیں میں نے قلمبند کیں ان کی اصل حیثیت ذاتی حوالے سے اشارات سے زیادہ نہ تھی۔''۳

نسخہ حمیدیہ میں حواشی لائن لگا کر نیچے ہی دی گئی ہیں اس میں کلام کی ترتیب میں ردیف کی پاسداری نہیں کی گئی ہے۔اس نسخے کے آخر میں مصنف نے ایک اغلاط نامہ بھی لکھا ہے۔مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے دیوان غالب کو مرتب کر کے انجمن ترقی اردو علی گڑھ سے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔اس دیوان میں غالب کا تمام اردو کلام تاریخی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ابتدا میں جو مقدمہ دیا گیا ہے اس میں بڑی تفصیل بیان کی گئی ہے اور آخر میں وضاحتی حاشیے رقم کیے ہیں۔ڈاکٹر عظمت رباب اس حوالے سے لکھتی ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''مفصل، وضاحتی اور معلوماتی مقدمے کی اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے عرشی نے دیوان غالب میں غالب کی زندگی، شاعری، شاعری کے ادوار، نسخہ کلکتہ، نسخہ بھوپال، نسخہ شیرانی، گل رعنا اور متداول دیوان کی معلومات تفصیل سے بیان کی ہیں۔ خطوط غالب اور کلام غالب سے حوالے درج کیے ہیں۔'' ۴

کالی داس گپتا رضا نے دیوان غالب تاریخی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ پاکستان میں انجمن ترقی اردو پاکستان نے اسے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ اس نسخے میں حرفے چند جمیل الدین عالی نے لکھا ہے۔ جس میں رضا صاحب کی غالب شناسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مقدمہ اور دیوان غالب کا تعارف کروایا گیا ہے۔ غالب کا منظوم کلام جوار دو میں ہے اس سے متعلق بھی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کے بعد غالب کے بعض غیر متداول اور اردو اشعار کا زمانہ فکر پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ نیز غالب کے ہنگامی اشعار بھی اس نسخے کا خاصہ ہیں۔ اس نسخے کی اہمیت کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:

''نسخہ زیر نظر میں غالب کا آج تک کا دریافت شدہ پورا اردو شعری کلام تاریخی ترتیب سے درج ہے۔ یعنی سب سے پہلے وہ اشعار دیے گئے ہیں جو سب سے پہلے تخلیق ہوئے اس کے بعد اس کی تخلیقات مابعد۔'' ۵

دیوان غالب کو مرتب کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد کے مرتب نگاروں میں ایک اہم نام ملک حسن اختر کا بھی ہے۔ حسن اختر نے دیوان غالب کو مرتب کرتے ہوئے غالب کے اپنے نسخے کو مد نظر رکھا ہے۔ اس دیوان میں تنقیدات اور منسوخ کلام بھی شامل ہے۔ ملک حسن اختر نے دیوان کے اشعار کی گنتی کی فہرست پہلے صفحے پر پیش کی ہے۔ نیز حسرت موہانی کے انتخاب سخن کے سلسلہ کو نشان ''ح'' کے ذریعے دکھایا گیا ہے۔ وہ اشعار جو دیوان میں شامل نہ تھے ان کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے اشعار جسے مصور مشرق عبدالرحمن چغتائی نے مرقع چغتائی میں مختلف رنگوں کے ساتھ نقش کیا ہے۔ انھیں ''م چ'' سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح حنیف رامے کے اشعار کو نشان ''ر'' سے ظاہر کیا گیا ہے۔ غالب کی حیات زندگی اور ان کی شاعری پہ رائے کو جاننا اردو کے ہر طالب علم کی اولین خواہش رہی ہے۔ ملک حسن اختر نے اس دیوان میں نقادوں کی رائے اور غالب کے حالاتِ زندگی کو بھی شامل کیا ہے۔ ان کے مرتب کردہ دیوان میں اشعار کی گنتی میں زیادہ اشعار ردیف ''الف'' کے موجود ہیں۔

کل اشعار کی تعداد ۱۹۲۴ بن جاتی ہے۔ ملک حسن اختر کے مرتب کردہ دیوان غالب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۰ء میں مکتبہ میری لائبریری سے شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن جدید اضافوں کے ساتھ پہلی بار ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ مذکورہ دیوان میں غالب کا فارسی میں لکھا ہوا دیباچہ ہی پیش کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے غالب کی شاعری پر نقادوں کی آرا کو شامل کیا گیا ہے۔ جس میں عبدالرحمن بجنوری، غلام مصطفی خان شیفتہ، آل احمد سرور، اسلوب احمد انصاری، سر عبدالقادر، آفتاب احمد، خلیل الرحمن اعظمی، ڈاکٹر محمد حسن، رشید احمد صدیقی، الطاف حسین حالی، ڈاکٹر عبادت بریلوی، نیاز فتح پوری، ڈاکٹر احسن فاروقی، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، ڈاکٹر ناظر حسین زیدی، ابو محمد سحر، راجندر ناتھ شیدا، حمید احمد خاں، سید عابد علی عابد، شیخ محمد اکرام، اختر اورینوی اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی تنقیدی آرا کو بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں غالب کی ظرافت اور شوخی سے متعلقہ تنقید کو سامنے لایا گیا ہے۔ غالب کے ہاں فلسفے کے جو خیالات موجود ہیں۔ ان پر بھی ناقدوں کا رد عمل بیان کیا گیا ہے۔ غالب کی شاعری میں عقلیت، انانیت، رومانیت، درد و غم، عشق و محبت اور انسانی نفسیات جیسے موضوعات بھی موجود ہیں۔ ملکحسن اختر نے اس دیوان میں ان موضوعات سے متعلقہ نقادوں کے تاثرات کو بھی جگہ دی ہے۔ اس کے علاوہ غالب اور بیدل کی شاعری کے سلسلے میں سید عابد علی عابد اور آل احمد سرور کے خیالات کو بھی پیش کیا ہے۔ آخر میں غالب کا انداز بیان نقادوں کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ حسن اختر نے دیوان غالب کو مرتب کرنے میں ح کو اشعار کے ساتھ دیا گیا ہے۔

ملک حسن اختر نے دیوان غالب کے اشعار کی ترتیب کے بعد غالب کی زندگی اور ان کی شاعری سے متعلق مضامین بھی شامل کیے ہیں۔ حالاتِ زندگی کے بعد ان کی تصانیف کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دیوان غالب کا جو ایڈیشن انھوں نے مرتب کیا ہے اس کی ترتیب میں قلمی نسخوں سے استفادہ کیا ہے، ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ان نسخوں میں نسخہ امروہہ، نسخہ بھوپال، نسخہ شیرانی، نسخہ رام پور قدیم، نسخہ بدایوں، نسخہ کراچی، نسخہ لاہور اور نسخہ طاہر شامل ہیں۔ غالب کے بچپن کے بارے میں ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''غالب بھی میر کی طرح بچپن ہی میں والد اور چچا کی شفقت سے محروم ہو گئے مگر ان کو میرؔ کی طرح تلاش معاش میں سر گرداں نہیں ہونا پڑا اور وہ اپنے نانا کے پاس رہنے لگے۔ انگریزوں نے ان کی پنشن مقرر کر دی اور ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار پانے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو میرؔ کی طرح بچپن یا لڑکپن میں تکالیف سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔'' ۶

ملکحسن اختر نے اس مضمون میں میر اور غالب کے حالات زندگی سے دونوں کے درمیان موازنہ کیا ہے۔ غالب کی حسن پرستی کے قائل ملک حسن اختر بھی نظر آتے ہیں۔ غالب قدم قدم پر حسین چیزوں کے دام میں آجاتے ہیں۔ اس کے برعکس میر کے حق میں مصنف کے دلائل مختلف ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ان کا افسانۂ محبت ہے۔ غالب اپنی خواہش کی تکمیل کے بعد اپنا رخ تبدیل کر لیتے ہیں۔ ملک حسن اختر کے نزدیک غالب کو جان عزیز ہے۔ میر کے ہاں عشق کا جذبۂ جنوں زیادہ نظر آتا ہے۔ غالب کا محبوب ستانے کے علاوہ ان کے پاس بھی آتا ہے۔ ملک حسن اختر غالب اور میر کے عشق میں موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان کے ہاں عشق میں وہ سپردگی نہیں ہے جو میر کے ہاں ہے۔ میر نے جو غم عشق میں برداشت کیے اور جن مصائب کا سامنا کیا غالب ان سے بچے رہے۔ پھر غالب کے فلسفیانہ ذہن نے غم کی مختلف توجیہات کر لیں جو میر نہ کر سکے کیونکہ وہ غموں کے بوجھ تلے اس قدر دب چکے تھے کہ سوچ ہی نہ سکتے تھے جب کبھی انہیں ہوش آتا وہ عشق کو کوسنے لگتے۔'' ۷

غالبؔ اور میرؔ کے خاندانی پس منظر کا بھی ان کی زندگی میں بڑا عمل دخل ہے۔ ملک حسن اختر غالب کے ہاں سختی کا ذکر کرتے ہیں جبکہ میرؔ کی نرمی کو سامنے لاتے ہیں۔ غالبؔ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے تھے۔ محبوب کا دیدار ہو جائے تو پھر بھی وہ اپنے آپ کو نامراد ہی سمجھتے ہیں۔ ملکحسن اختر غالبؔ کے دیگر غموں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ ان میں بڑا غم روزگار کا ہے۔ اس کے علاوہ والد اور چچا کی وفات کا غم عارف کی موت کا غم۔ غالبؔ اور میرؔ کا موازنہ کرتے ہوئے ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

''یہاں بھی میر کی سادگی اور غالب کی پُرکاری ظاہر ہے۔ میر سادہ دل ہیں اور غالب چالاک ہر دو شاعری کا محبوب ظالم اور کم آمیز ہے۔'' ۸

غالبؔ کی شاعری کا ہر پہلو مصنف کی گرفت میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ میرؔ سے ان کا موازنہ ہر لحاظ سے کرتے ہیں۔ میر کی شاعری غم والم کی داستان ہے۔ اس میں رنگینی کا عنصر کم پایا جاتا ہے لیکن ملک حسن اختر غالبؔ کو زیادہ پیچیدہ شاعر تصور کرتے ہیں۔ غالبؔ کے ہاں مزاح کے جو عناصر موجود ہیں وہ ان کی غم کی کیفیت کو کم کرتے ہیں۔ طنز کا پہلو بھی تمسخر کا روپ دھار لیتا ہے۔ ملک حسن اختر غالبؔ کے ہاں موجود انسانی نفسیات کے پہلوؤں سے بھی پردہ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ غالب کا مقابلہ دوسرے شاعروں سے بھی کرتے ہیں۔ ان شعرا میں شاہ حاتم، میر حسن، جرأت، مصحفی، رنگین اور سودا وغیرہ شامل ہیں۔ مگر غالب کا پلہ ہمیشہ ان شعرا سے بھاری رہا ہے۔ غالب کی انانیت ان کو غمزدہ کر دیتی ہے۔ ملک حسن اختر بیاض غالب کا حوالہ بھی اس دیوان میں دیتے ہیں۔ اب تک ان میں جو تبدیلیاں آئی ہیں۔ دیوان غالب میں شامل غزلوں کا موازنہ آپ ان کے بیاض سے بھی کرتے ہیں۔ سولھویں اور سترھویں غزل کو ملانے سے ایک ہی غزل بن گئی ہے۔ مگر دیوان میں اس غزل کے اشعار کی تعداد آٹھ بتاتے ہیں۔ ملک حسن اختر بیاض کے حاشیوں کی غزلوں کی تعداد تیرہ بتاتے ہیں۔ لیکن یہ تمام غزلیں ان کے بارہ دیوانوں میں موجود تھی۔ ملک حسن اختر غیر مطبوعہ غزل کی تعداد ایک بتاتے ہیں جو نسخہ شیرانی یا نسخہ بھوپال میں بھی نہیں ملتی مگر ان کے لیے مرتب کردہ دیوان میں یہ غزل موجود ہے اور نو اشعار پر مشتمل ہے۔ پانچویں غزل میں بھی تبدیلی کی گئی ہے۔ آپ دوسری غزلوں کا ذکر بھی کرتے ہیں جن میں تبدیلی ہو چکی ہے مگر اس کے حوالے کم موجود ہیں۔ مصنف صرف ایک غزل کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو کہ ان کے محبوب کا مرثیہ ہے۔ ملک حسن اختر کے مرتب کردہ دیوان غالب کا مطالعہ کرنے سے غالب اور میر کے خاندانی حالات، غم والم اور فکر و فلسفہ کا پتہ چلتا ہے۔ یہی دیوان انھیں غالب شناسوں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔

ملک حسن اختر نے دیوان غالب کی ترتیب میں اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ جس صفحے پر ایک غزل ختم ہوتی ہے۔ دوسری غزل بھی اسی کے نیچے دی گئی ہے۔ تدوین متن کے جدید اصولوں میں ردیف کے مطابق شاعری کی ترتیب و تدوین کی جاتی ہے۔ مگر مصنف نے ان اصولوں کی پاسداری نہیں کی ہے۔ اس کی بجائے حسرت موہانی کے نکات سخن کو سامنے رکھتے ہوئی اشعار کو حرف سے ظاہر کیا ہے۔ اس دیوان غالب کی سب سے بڑی بات غالبؔ کی شاعری پر تنقید ہے جب قارئین اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ کلام غالب کی فنی خوبیوں، فکری مباحث اور ناقدوں کی آراء سے بھی مستفید ہوتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

دیوان فانی(انتخاب):

فانی بدایونی اسلام نگر میں پیدا ہوئے۔ایل۔ایل۔بی کرنے کے بعد بریلی اور لکھنو میں وکالت کرتے رہے مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔وکالت میں ناکامی انھیں شاعری کی طرف لے آئی۔آپ نے بطور غزل گو شاعر اپنی شاعری کا آغاز کیا۔مگر پوری عمر شاعری میں ناامیدی،نامرادی اور قنوطیت کو نہ چھوڑا۔ملک حسن اختر نے ان کی شاعری کا انتخاب کر کے اسے دیوان کی شکل دی ہے۔دیوان غالب کی طرح ملک حسن اختر نے دیوان فانی میں بھی اپنی تنقیدی آرا کو شامل کیا ہے۔دیوان کے آغاز میں انھوں نے فانی اور اس کی شاعری کے بارے میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔جس میں فانی کے کلام کی فنی خصوصیات اور ان کے اسلوب کا تعارف کروایا ہے۔ملک حسن اختر نے فانی کے تخلص کی وجوہات اور اس کے استعمال کا ذکر دلائل کے ساتھ کیا ہے۔اس کی مثال وہ ان کے اشعار کے ذریعے دیتے ہیں۔ان کے ہاں تشبیہات واستعارات کی جو جھلکیاں نظر آتی ہیں ان پر بھی قنوطی اسلوب کی چھاپ نظر آتی ہے۔اس کے بارے میں ملک حسن اختر کے مرتب کردہ دیوان کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

محشر میں جبر دوست سے طالب ہو دار کا
آیا ہوں اختیار کی تہمت لیے ہوئے ۹

رشید احمد صدیقی انھیں غالب پر فوقیت دیتے ہیں۔مگر ملک حسن اختر کا نقطہ نظر ان سے مختلف ہے۔وہ انھیں غالبؔ سے کم تر درجے کا شاعر قرار دیتے ہیں کیونکہ غالبؔ کی شاعری گوناگوں پہلوؤں سے مزین ہے جبکہ فانیؔ کے ہاں غم والم کی کیفیت نظر آتی ہے۔ملک حسن اختر ان کی پرواز کو حسرت اور جگر کے ساتھ قرار دیتے ہیں جو کسی بھی طرح سے غالب اور اقبال کے مقام کو نہیں چھو سکتی۔ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

> ''میں فانی کو غالب سے کم تر درجے کا شاعر سمجھتا ہوں۔غزل گو شعرا میں کوئی بھی غالب کی ٹکر کا شاعر نہیں ہے۔غالب کی شاعری میں جذبات کا جو تنوع ہے رنگا رنگی ہے وہ فانی کے ہاں نہیں ہے۔ان کی شخصیت غالب سے چھوٹی ہے۔غالب کے ہاں صرف غم نہیں ہے۔ان کے ہاں ظرافت بھی ہے۔زندگی کی وسعت اور فکر کی گہرائی ہے۔فانی کی شاعری میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔'' ۱۰

ملک حسن اختر نے دیوان فانی کا جو انتخاب کیا ہے اسے بھی مکتبہ میری لائبریری نے شائع کیا ہے۔اس دیوان کی ترتیب میں مصنف نے دیگر مرتبین کی پیروی کی ہے۔یعنی اس میں غزلوں کو ردیف وار شامل کیا ہے۔ردیف الف کے اشعار کی تعداد ۲۱ بیان کی ہے جبکہ غزلیں اور قطعات بالترتیب ۸۲ اور ۹ ہیں۔ردیف ب میں صرف ایک قطعہ درج کیا ہے۔باقی تفصیل کچھ اس طرح سے دی گئی ہے۔ردیف ت ایک قطعہ اور ۱۲ اشعار۔ٹ کی ایک غزل۔ردیف د میں دو اشعار پیش کیے ہیں۔اس طرح ردیف ر کی چار غزلیں اور ایک قطعہ بعد میں ۱۴ اشعار بھی دیے گئے ہیں۔ردیف ز فقط ایک غزل پر محیط ہے جبکہ ش کے اشعار کی تعداد ۲ بتائی گئی ہے۔ردیف غ ایک شعر،ردیف ک ایک غزل، ردیف گ ایک غزل،ردیف م ایک شعر تین قطعات اور دو غزلوں پر مشتمل ہے۔ردیف الف کی غزلوں سے کم تعداد ردیف ن کی ہے جس میں ۵۱ غزلیں شامل ہیں۔نیز ۴ قطعات اور ۱۶ اشعار بھی اسی ردیف کے حصے میں آئے ہیں۔ردیف و میں ۳ غزلیں، ۲ قطعات اور ۱۲ اشعار ہیں۔ردیف ھ میں غزلوں کی تعداد ۲ ہے۔سب سے زیادہ غزلیں ردیف ی ے کی ہیں جن کی تعداد ۹۴ ہے۔اس کے علاوہ ردیف ی میں ۵۲ اشعار،۸۲ قطعات اور ۹۱ رباعیات پر مشتمل ہے۔اس دیوان کے انتخاب میں ردیف کے ساتھ کلام کو پیش کرنے سے قارئین کے لیے آسانی پیدا ہو گئی ہے۔نیز اشعار کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں ہے۔

درد کا سورج:

ملک حسن اختر کے مرتب کردہ کتابوں میں تیسری کتاب کا نام ''درد کا سورج'' ہے۔یہ کتاب ملک حسن اختر کے دوست ڈاکٹر محمد خاں اشرف کی شاعری کی کتاب ہے۔محمد خاں اشرف پاک فوج میں ملازمت کرتے تھے۔سانحہ مشرقی پاکستان کے وقت جن فوجیوں نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں ان میں سے ایک بہادر سپاہی محمد خاں اشرف بھی تھے۔ملک حسن اختر سے خط وکتابت کا سلسلہ دوران قید بھی جاری رہا۔ملک حسن اختر کے نزدیک قید کے دوران جس کرب سے انھوں نے زندگی کے ایام گزارے ان کی شاعری میں بھی ان کے جذبات اُمڈ آئے ہیں۔ملک احسن اختر نے اس دیوان کی ترتیب میں سب سے پہلے حمد باری تعالی کو جگہ دی ہے۔یہ دیوان تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔جس میں غزلیں، نظمیں اور قطعات شامل ہیں۔غزلوں کی تعداد ۳۳ بتائی گئی ہے۔مگر ملک حسن اختر نے ان کی ترتیب میں کسی بھی اصول کو کاربند نہیں رکھا بلکہ نظمیں اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

قطعات بھی گڈ مڈ کر دیے ہیں۔ملک حسن اختر کے خیال میں یہ بات موجود رہی کہ شاید یہ سارا کلام دوران قید لکھا گیا مگر مصنف نے اسے بہت پہلے کا لکھا قرار دیا ہے۔اس حوالے سے ان کا نقطہ نظر ہے کہ کتاب میں موجود تمام نظمیں اور غزلیں قید میں نہیں لکھی گئیں بلکہ کالج کے زمانے میں لکھی گئی تھیں۔یہی وجہ ہے کہ دیوان کے دوران ترتیب کا خاص خیال نہیں رکھا جاسکا۔پیش لفظ میں ملک حسن اختر نے شاعری کے محرکات کو بیان کیا۔اس سلسلے میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔حسرت موہانی جنھیں قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا ان کا موازنہ ملک حسن اختر نے محمد خاں اشرف کے ساتھ کیا ہے۔اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''مولانا سیاست کی خارزار وادی میں دوڑتے رہے قید ہوئے اور جیل کی مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے، مگر ان کی شاعری پر اس کا بہت کم اثر ہوا۔'' ۱۱

حسرت موہانی نے اپنی شاعری میں قید کا ذکر بار بار کیا ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حسرت قید سے چھٹکارہ چاہتے ہیں کیونکہ ایک طرف وہ مشق سخن کر رہے ہیں تو دوسری طرف چکی بھی پیس رہے ہیں۔دوران قید ضرورت کی چیزوں کا خیال بھی انھیں آتا رہتا ہے۔سحری اور افطاری کا سامان بھی انھیں شاعری کی موج میں لے آتا ہے۔لیکن ملک حسن اختر حسرت کے ان پہلوؤں کو صحیح طرح سے نہیں جان سکے اسی لیے وہ محمد خاں اشرف کے دکھوں کو زیادہ جگہ دیتے ہیں۔ترتیب وتدوین کے معیار کو دیکھا جائے تو یہ کتاب زیادہ مؤثر ثابت نہیں ہوتی۔البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۷۹۱ء کے بعد فوجیوں کے حالات اور قید کی داستان، یہ سب اس میں موجود ہے۔پیش لفظ میں ملک حسن اختر شاعری کے بارے میں اپنے دلائل کا مختصر اظہار کرتے ہیں۔اس کتاب کے بارے میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک دوست نے قید سے چھوٹنے والے دوست کے لیے ایک تحفہ فراہم کیا ہے۔اگر اس میں محمد خاں اشرف کی رائے پہلے لے لی جاتی تو ہو سکتا ہے ترتیب وتدوین کے نتیجے میں یہ کتاب ایک اضافہ شمار کی جاتی۔

فسانہ آزاد:

اردو ناولوں کے کرداروں میں جو کردار مزاح کا حصہ بنا وہ ''خوجی'' کا کردار ہے۔ایسا شاہکار کردار پنڈت رتن ناتھ جیسا ناول نگار ہی تخلیق کر سکتا ہے۔خوجی، اصل میں لکھنو کے زوال پرست معاشرے کا آئینہ دار ہے۔خوجی کے مد مقابل ناول میں موجود دوسرے کردار قارئین کی توجہ اپنی جانب مرکوز کروانے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔فسانہ آزاد ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔ڈاکٹر قمر رئیس نے فسانہ آزاد کی تلخیص کی ہے۔ملک حسن اختر نے اس کو مقدمے کے ساتھ شائع کروایا ہے۔یہ مقدمہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔جس میں حسن اختر نے بتایا ہے کہ نقادوں نے رتن ناتھ سرشار کے دوسرے ناولوں کو ''فسانہ آزاد'' کے مقابلے میں بہتر گردانا ہے۔ملک حسن اختر نے ان نقادوں کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ان میں علی عباس حسینی اور ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب سرِ فہرست ہیں۔مگر ملک حسن اختر ''فسانہ آزاد'' ہی کو اہم ناول شمار کرتے ہیں۔مزید براں قمر رئیس کے تلخیص کا تذکرہ بھی اچھے انداز میں کرتے نظر آتے ہیں۔''فسانہ آزاد'' جسے رتن ناتھ سرشار نے لکھا ہے اور اس کی تلخیص دونوں میں اولیت ''فسانہ آزاد'' کو حاصل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قمر رئیس نے جو تلخیص کی ہے وہ زیادہ ہی مختصر ہے۔حالانکہ ''فسانہ آزاد'' کی سب سے بڑی خامی اس کی طوالت ہے۔اس سلسلے میں سارا قصور رسالے کا ہے جس میں یہ قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔اس ناول میں ربط کا تسلسل ٹوٹتا نظر آتا ہے۔آزاد کے کردار پر بھی مصنف نے اپنی پوری توجہ صرف کی ہے۔سرشار کے ہاں ظرافت کا جو فن موجود ہے وہ خوجی ہی کے ذریعے سامنے آتا ہے۔فسانہ آزاد سے پہلے رجب علی بیگ سرور بھی لکھنوی تہذیب و معاشرت کو بیان کر چکے ہیں۔مگر خوجی کی بدولت فسانہ آزاد کا مرتبہ بلند ہوا ہے۔

اندر سبھا:

اردو ڈرامے کی تاریخ میں جن ڈراموں کو مقبولیت کا درجہ ملا ان میں ''اندر سبھا'' کا نام سرفہرست ہے۔''اندر سبھا'' نہ صرف اپنے دور بلکہ بعد کے دور کا بھی مقبول ڈرامہ رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے مختلف افراد نے مرتب کیا ہے۔ملک حسن اختر سے پہلے سید وقار عظیم، نور الٰہی، محمد عمر، سید مسعود حسن رضوی، ابراہیم یوسف اور ممتاز منگلوری جیسے افراد اسے مرتب کر چکے ہیں۔ملک حسن اختر نے ''اندر سبھا'' کو مرتب کرتے ہوئے اس میں اضافے کیے ہیں۔اضافہ شدہ ایڈیشن میں وہ حصے بھی شامل کیے ہیں جنھیں امانت لکھنوی نے رد کر دیا تھا۔ملک حسن اختر نے اس سلسلے میں اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اس حصے کے بارے میں حواشی میں درج کیا گیا ہے۔مصنف نے مسعود حسن رضوی دیب کے مرتب کردہ نسخے کو سامنے رکھا ہے۔وہی نسخہ سب سے بہتر نظر آیا ہے۔بعض جگہوں پر جہاں غلطیاں موجود ہیں ان سے انحراف بھی کیا ہے۔''اندر سبھا'' کے بارے میں ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

''ہم نے اس کتاب کو مرتب کرتے ہوئے زیادہ تر سید مسعود حسن رضوی ادیب کے متن کو ہی پیش نظر رکھا ہے۔ کیونکہ وہی صحت کے اعتبار سے سب سے بہتر اور جامع ہے۔ مگر بعض مقامات پر اغلاط کی درستی کے لیے رضوی صاحب کے متن سے انحراف بھی کیا ہے۔'' ۱۲

سید وقار عظیم، مسعود حسن رضوی ادیب، ابراہیم یوسف اور شاہی پریس والے نسخے میں موجود خامیوں کو بھی نشان زد کیا ہے۔ ان میں مسعود حسن رضوی ادیب کے نسخے کو سب پر فوقیت دی گئی ہے۔ ملک حسن اختر نے ''اندر سبھا'' کو مرتب کرنے کے ساتھ اس پر ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے جسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے کا عنوان ''اردو کا پہلا دستیاب ڈرامہ'' ہے۔ اس باب میں ملک حسن اختر ڈاکٹر نامی نکولاؤ منوچی اور ڈاکٹر اسلم قریشی کے بیان سے اختلاف کرتے ہیں۔ عبد السلام خورشید اور دیگر نقادوں نے شکنتلا کو ڈرامہ قرار نہیں دیا۔ بلکہ وہ اسے ایک مسلسل قصہ تصور کرتے ہیں۔ شان الحق حقی ڈرامے کا تعلق مرثیے سے جوڑتے ہیں جبکہ ملکحسن اختر اسے مرثیے سے مبرا قرار دیتے ہیں۔ عشرت رحمانی کی دلیل کا جواب ڈاکٹر محمد اسلم قریشی کے قول کو نقل کر کے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر عطیہ نشاط بھی ''رادھا کنیا کا حصہ'' کو پہلا ڈرامہ قرار نہیں دیتیں اس کی بڑی وجہ اس میں فنی لوازمات کا موجود نہ ہونا ہے جبکہ حسن اختر دیگر نقادوں کے بیانات کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ دوسرے باب کا عنوان ''امانت اور اندر سبھا'' ہے۔ اس حصے میں امانت لکھنوی کے مختصر حالات زندگی، اندر سبھا کی اشاعت، دوسرے ڈراموں پر اس کے اثرات، اندر سبھا کی شرح جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں۔

تیسرا باب ''اندر سبھا'' کے عنوان سے متعلق ہے۔ لکھنو کی فضا اور ماحول کو بیان کرتے ہوئی ملک حسن اختر نے ''اندر سبھا'' کے پلاٹ کی خامیوں کا ذکر کیا ہے۔ حسن پر بحث بھی کی گئی ہے۔ ملک حسن اختر کے مقدمے کا پانچواں باب ''اندر سبھا'' کی مقبولیت سے متعلق ہے۔ مصنف کے نزدیک اس ڈرامے کی مقبولیت کا راز ڈرامہ کے آغاز اور اس کے ڈھانچے کو حتمی شکل دینا ہے۔ ڈرامے کا پلاٹ انتہائی سادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر ضروری تکلفات سے مبرا ہے۔ اندر سبھا کو پیش کرنے کے لیے زیادہ رویوں کی ضرورت نہیں۔ مقدمہ کے آخر میں لکھنوی تہذیب سے پردہ اٹھایا ہے۔ مرتب شدہ اس کتاب میں سب سے اہم کام حواشی کو پیش کرنا ہے۔ جس میں معلومات کے ساتھ ساتھ اہم چیزوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو قارئین اور طلبہ کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ اندر سبھا کی شرح اور امانت لکھنوی کے قطعات بھی اس کتاب کا حصہ بنے ہیں۔ کتاب کے آخری حصے میں فرہنگ بھی موجود ہے۔ طلبہ کے زیادہ مؤثر تو ثابت ہوتی اگرچہ ڈرامے کے ضمن میں ایک اضافہ ضرورت تصور کی جاتی ہے۔ موجودہ دور میں چونکہ الفاظ تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس لیے بھی فرہنگ کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ ملک حسن اختر نے مقدمے میں ''اندر سبھا'' کی مقبولیت اور اس کے مرتب شدہ ایڈیشنوں کے تعارف کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مزید براں ان بحثوں کی شمولیت جو ہر لحاظ سے اندر سبھا کے لیے لازم قرار دی جاسکتی ہے مصنف کے احاطہ تحریر کا حصہ بنی ہے۔ مذکورہ کتاب حسن اختر کے تدوینی سفر کی صحیح آئینہ دار ثابت ہوتی ہے۔ دیگر کتابوں کی نسبت اس کتاب میں مصنف نے بڑی محنت سے کام لیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مقدمے میں تفصیل کے ساتھ ''اندر سبھا'' کی مقبولیت اور اردو ڈراموں میں اس کا مقام بھی متعین کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شازیہ عنبرین، ڈاکٹر، تدوین متن واصول۔ روایت اور امکانات، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۱۴

۲۔ عظمت رباب، ڈاکٹر، اردو تدوین متن کے علمبردار، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۷

۳۔ ایضاً، ص ۱۵۹

۴۔ کالی داس گپتا رضا، دیوان غالب، مرتبہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۵۴

۵۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۶۔ ایضاً، ص ۱۷۰

۷۔ ایضاً، ص ۱۷۹

۸۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، دیوان فانی، مرتبہ مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۲۹

۹۔ ایضاً، ص ۳۲

۱۰۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، درد کا سورج، مرتبہ مکتبہ میری لائبریری، لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۵

۱۱۔ ملک حسن اختر، ڈاکٹر، اندر سبھا، مرتبہ، نذیر سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۵